26

اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو، دلوں کو بدلو اور دعاؤں پر زور دو

(فرمودہ 27/اکتوبر 1950ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''نزلہ اور گلے کی تکلیف کی وجہ سے میرے لئے آج بھی بولنا مشکل ہے۔ یہ حملہ برابر اڑھائی ماہ سے ہو رہا ہے بلکہ اس کو اس سے بھی لمبا سمجھنا چاہیے کیونکہ اس سے پہلے بھی شروع سال میں مجھے گلے کی تکلیف رہی ہے۔ لیکن وہ آواز بیٹھنے کا حملہ تھا اور اب کھانسی کا حملہ ہے اور اس کا کان اور سر پر بھی اثر ہے۔ کان ہر وقت بھرے رہتے ہیں اور قوتِ سماعت بھی کم ہے جس کی وجہ سے آواز سنائی نہیں دیتی۔ لاہور میں مجھے ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے بتایا تھا کہ میرے کان بوجھل ہو رہے ہیں اور شنوائی بھی کم ہو رہی ہے۔ اس ہفتہ مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں بھی حصہ لینا پڑا۔ میری ہدایت کے مطابق خدام الاحمدیہ نے بڑے اخلاص اور ہمت سے کام لیا اور گرد کم اُڑنے دی۔ لیکن پھر بھی گرد اور متواتر بولنے کا میرے گلے پر اثر پڑا اور نزلہ اور کھانسی کا کان اور سر پر بھی اثر ہے۔ میرے کان بھرے رہتے ہیں اور بولا بھی کم جا سکتا ہے۔

آج میں اختصاراً جماعت کو اس کے اُس فرض کی طرف توجہ دلاؤں گا جس کی طرف میں نے پچھلے جمعہ میں بھی توجہ دلائی تھی۔ مرکز میں جمع ہونے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اَوروں سے زیادہ اخلاص اور قربانی سے کام لیا جائے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس جگہ کے رہنے والوں میں وہ قربانی نہیں پائی جاتی جو مرکز کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یہاں تو یوں معلوم ہونا چاہیے کہ انسان چل نہیں رہا بلکہ بھاگ رہا ہے۔ اور جب تک وہ اپنا کام نبھا نہ لے سوئے نہیں۔ اگر دوست ایسا کرنا شروع کر دیں تو یقیناً

ہمارے کام پہلے سے بہتر ہو جائیں گے۔ اِس وقت جماعت پر خطرناک طور پر نازک وقت آیا ہوا ہے اور مالی مشکلات درپیش ہیں۔ ایک طرف چندے وصول نہیں ہو رہے اور دوسری طرف اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ یہاں جو عمارتیں بنیں گی ان کو اگر ہم سستے سے سستا بھی بنوائیں تو دس پندرہ لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔ پھر اس اختلاف کی وجہ سے جو ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کے نتیجہ میں ہوا ہمیں دو جگہ مرکز بنانا پڑا۔ یہاں بھی ایک ناظر اعلیٰ ہے اور قادیان میں بھی ایک ناظر اعلیٰ ہے۔ یہاں بھی ایک ناظر تعلیم ہے اور قادیان میں بھی ایک ناظر تعلیم ہے۔ یہاں بھی ایک محاسب ہے اور قادیان میں بھی ایک محاسب ہے۔ یہاں بھی ایک ناظر بیت المال ہے اور قادیان میں بھی ایک ناظر بیت المال ہے۔ ہندوستان کے چندے اِدھر نہیں آ سکتے وہ وہیں خرچ ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ رقم ضائع ہو رہی ہے ان لوگوں کا بھی حق ہے۔ لیکن یہ کام پہلے ایک انجمن ہی کر لیتی تھی اور وہ چندہ جو وہاں خرچ ہو رہا ہے بچ جاتا تھا۔ پس ایک طرف دو لاکھ روپیہ وہاں رہ جانے کی وجہ سے یہاں کے چندوں میں کمی آ گئی ہے اور دوسری طرف نہ ناظروں کو کم کیا جا سکتا ہے اور نہ دفاتر کو کم کیا جا سکتا ہے۔ گویا آمد کم ہو گئی ہے لیکن اخراجات کم نہیں ہو سکے کیونکہ دونوں جگہ دفاتر کا ہونا ضروری ہے۔

پھر اَور مصائب بھی آتے رہتے ہیں۔ مثلاً اب سیلاب کی آفت آئی ہے۔ اس سے پہلے زمینداروں نے قیمت کی کمی کی وجہ سے غلہ فروخت نہیں کیا اور نہ چندہ دیا۔ حالانکہ قیمتیں ایک حد تک ہی بڑھتی ہیں۔ اگر انہیں اس حد سے بڑھنے دیا جائے تو وہ نقصان کا موجب ہوتی ہیں۔ جیسے قیمتوں کو نیچے گرنے دینا نقصان دہ ہوتا ہے ویسا ہی قیمتوں کو بڑھنے دینا بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ مثلاً کپاس کی قیمت 140 روپے فی من ہو گئی ہے اور گو یہ اتفاقی امر ہے لیکن گورنمنٹ نے اس پر 180 روپے فی گانٹھ ٹیکس لگا دیا ہے اور یہ 60 روپے فی گانٹھ سے یکدم بڑھایا گیا ہے۔ یہ ٹیکس زمینداروں کو مار دے گا۔ جب گورنمنٹ فی گانٹھ اتنا ٹیکس لے گی تو زمیندار کے لئے بہت کم رقم بچے گی۔ 650 روپے فی گانٹھ قیمت ہوتی ہے۔ اگر اس میں سے 180 روپے فی گانٹھ گورنمنٹ کو ٹیکس ادا کر دیا جائے تو اِس کے معنے یہ ہوئے کہ قریباً 85 روپے فی من قیمت ہوئی۔ جس میں 6 روپے فی من سیل ٹیکس اور کمیشن ایجنٹوں اور ریل کے کرایوں پر خرچ ہو گا۔ پس زمیندار کو پچیس روپے من ملے گا۔ اور چونکہ اس دفعہ فصل آدھی ہو گی اس پچیس کو ساڑھے بارہ روپے فی من سمجھنا چاہیے۔ اِس وقت ضرورت تھی کہ زمینداروں کو فائدہ پہنچایا

جائے لیکن دوسری طرف تاجروں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے قیمت گرانے کے لئے گورنمنٹ نے کوئی نہ کوئی تجویز کرنی تھی اور ایسا کرنا مناسب تھا۔ مگر یکدم 60 روپے فی گانٹھ سے 180 روپے فی گانٹھ ٹیکس کر دینا عقل کے خلاف ہے۔ اس سے زمیندار اور تاجر دونوں کو نقصان پہنچے گا اور قیمت بہت گر جائے گی۔ لیکن اگر انسان یہ سمجھے کہ جو ابتلاء آنا ہے سو آنا ہے اس کے نتیجہ میں وہ دینی خدمات سے کیوں رہ جائے تو اس کا قدم قربانی کے میدان میں پیچھے نہیں رہ سکتا۔ اگر اب ایک شخص 40 روپے ماہوار کی بجائے 60 روپے ماہوار بھی کماتا ہے تو بہرحال یہ پہلے کی نسبت زیادہ آمد ہے۔ انگریزی راج کے زمانہ میں اِس قدر آمد پیدا کرنا مشکل تھا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اگر ملک آزاد ہو جائے تو غیر ملکوں کے لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس ملک کو تنگ کیا تو وہ بھی بدلہ لے گا اور وہ ظالمانہ لُوٹ سے رُکے رہتے ہیں اور اس طرح ملک کی آمدنیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس پاکستان بننے سے ملک کی آمد پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے لیکن چونکہ لوگ اِس قسم کے مصائب کا مقابلہ کرنے کے عادی نہیں اس لئے باوجود آمد کے بڑھ جانے کے اِدھر کوئی بھیانک خبر نکلتی اور اُدھر چندہ کم ہو جاتا ہے اور سلسلہ کی آمد کو نقصان پہنچتا ہے۔

تحریک جدید کو اس سال اتنا نقصان پہنچا ہے کہ مجھے یہ سوال اٹھانا پڑے گا کہ بعض مشن بند کر دیئے جائیں کیونکہ جماعت اگر مبلغین کو خرچ نہیں دے سکتی تو انہیں کیوں وہاں بُھوکا بٹھائے رکھا جائے۔ انہیں واپس بلا لینا چاہیے تا وہ واپس آ کر کمائیں، کھائیں اور چندہ دیں۔ پہلے کبھی تحریک جدید کی آمد میں اتنی کمی نہیں آئی۔ دسویں سال تک تو تحریک جدید کے چندے سو فیصدی وصول ہوتے رہے۔ بعد میں اگرچہ کچھ رقم وصولی سے رہ جاتی تھی مگر دوسری طرف وعدے بھی بڑھ جاتے تھے اور اس طرح دوسری آمدنوں کو ملا کر گزارہ ہوتا رہتا تھا لیکن اس سال دو لاکھ اسّی ہزار روپے کے وعدوں میں سے ایک لاکھ چھتیس ہزار روپیہ کی رقم وصول ہوئی ہے۔ اس رقم سے یہاں کے مقامی اخراجات بھی نہیں چل سکتے چہ جائیکہ بیرونی ممالک کے مبلغین کو اخراجات بھیجے جائیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم کام کو وسیع کریں اور اس کا پہلا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو بدلے۔ اگر لوگ محنت کرنے لگ جائیں اور دعاؤں پر زور دیں تو خدا تعالیٰ مشکلات کو دور کر دے گا۔ آخر یہ کمی کیوں ہوئی ہے؟ یہ کمی اِسی لئے ہوئی ہے کہ جماعت کے کچھ حصہ میں بشاشتِ ایمان نہیں رہی۔

مالی کمزوری تو صحابہؓ میں بھی تھی بلکہ ان میں مالی کمزوری ہم سے زیادہ تھی۔لیکن ان کے اندر بشاشتِ ایمان تھی جہاں روپیہ سے کام نکلتا تھا وہ اپنا روپیہ بے دریغ بہا دیتے تھے اور جب روپیہ نہیں ملتا تھا تو وہ اپنی جانیں پیش کر دیتے تھے۔انہیں کام سے غرض تھی وہ روپیہ کی کمی کو جان کی قربانی کے ذریعہ پورا کر دیتے تھے۔جب وہ دیکھتے تھے کہ روپیہ سے کام چلے گا تو وہ اپنی سب پونجی خرچ کر دیتے تھے اور جہاں روپیہ میں کمی ہوتی وہ اپنی جانیں قربان کرنے میں دریغ نہ کرتے۔اگر یہ روح ہماری جماعت میں بھی پیدا ہو جائے تو ہمارے سب کام چل جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کون سے اخبار تھے؟ کونسا الفضل تھا؟ کونسا ریویو تھا؟ کونسا سن رائز (Sun Rise) تھا؟ کونسا مصباح تھا؟ ایک آواز نکلتی تھی اور لوگ کام کر دیتے تھے۔ اب روزانہ اعلان ہوتے ہیں مگر لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔اب تو اتنے اعلان ہونے لگ گئے ہیں کہ مجھے بھی یہ بات بُری محسوس ہوتی ہے۔آخر اتنے اعلانوں کی ضرورت کیا ہے۔اگر لوگ چندہ نہیں دیتے تو نہ دیں۔میں یہ نہیں کہتا کہ اعلان کرنا بالکل بند کر دیا جائے۔کسی حد تک اعلان کرنا تو ضروری ہے۔ہر سال کے آخر میں میری طرف سے بھی ایک چھوٹا سا اعلان الفضل میں متواتر شائع ہوا کرتا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ وہ اعلان اب میں دوبارہ شائع کرانا شروع کروں۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ الفضل کا اکثر حصہ اِس وقت اشتہاروں میں خرچ ہوتا ہے یہ روکنا چاہیے۔مثلاً آج کے الفضل کا ایک صفحہ تو انچارج بیعت نے ہی لے لیا ہے۔اگر یہ اعلان شائع نہ ہوتا تو کیا حرج تھا۔لیکن الفضل میں ان کا نام کیسے چَھپتا۔ہر محکمہ کا افسر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی کارروائی دکھانے کے لئے اپنا اعلان الفضل میں شائع کرتا رہے اور پھر صفحہ بھر سے کم بھی نہ لے اور اس طرح اس کا نام لوگوں کے سامنے آتا رہے۔جیسا کہ میں نے بتایا ہے آج کے الفضل کا ایک صفحہ انچارج بیعت نے ہی لے لیا ہے حالانکہ یہ بات پانچ سطروں میں آ جاتی تھی۔یونہی مختلف خانے بنا بنا کر اعلان کو لمبا کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ فلاں جماعت کی طرف سے اتنی بیعتیں ہوئی ہیں اور فلاں کی طرف سے اتنی بیعتیں ہوئی ہیں اور پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فلاں جماعت کی طرف سے صفر بیعت ہوئی ہے۔لوگ دس بیس کو تو گنتے ہیں صفر کو نہیں گنتے۔تم نے کبھی کوئی تاجر ایسا نہیں دیکھا ہوگا جو یہ لکھتا ہو کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک میں دکان پر بیٹھا لیکن کوئی آمد نہ ہوئی۔وہ یہی لکھتا ہے کہ مثلاً دو بجے ایک گاہک آیا اور دو روپیہ کی آمد ہوئی۔میں بارہا سمجھا چکا

ہوں کہ ایسا نہ کیا جائے لیکن ہر محکمہ کا آفیسر یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا نام الفضل میں آ جائے۔ اور الفضل والوں کو بھی خدا ایسے اعلان دے۔ جب ان کے پاس کوئی اعلان پہنچتا ہوگا وہ کہتے ہوں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ آج مضمون نہیں لکھنا پڑے گا۔ الفضل کے ایڈیٹروں کو یہ موقع دینا چاہیے کہ وہ بھی کوئی مضمون لکھا کریں۔ اِس وقت یہ حالت ہے کہ الفضل کا ایک حصہ غیروں کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ کوئی مبلغ آتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ چلو اپنی کچھ روئیداد ہی لکھ دوں۔ وہ روئیداد لکھ دیتا ہے اور الفضل اسے شائع کر دیتا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ بددیانت ہوتا ہے اور دفتر کی طرف سے زیرِ عتاب ہوتا ہے لیکن الفضل اس کا نام اُچھالتا رہتا ہے۔ اِس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم بالکل اعلان نہ کرو۔ اعلان کرو لیکن کوشش کرو کہ الفضل کی تھوڑی جگہ لو۔

مگر سب سے ضروری یہ بات ہے کہ لوگ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں، اپنے دلوں کو بدلیں اور دعاؤں پر زور دیں۔ یہی لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں اگر راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعاؤں میں لگ جائیں کہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور انہیں ایفاء نہیں کیا اے خدا! تُو انہیں اپنے وعدے ایفاء کرنے کی توفیق عطا فرما، ان کے دلوں کو صاف کر، اُن کی سُستیاں دور فرما۔ تُو کام کرنے والا خدا ہے۔ وہ خدا جس نے جماعت کو ایک سے لاکھوں کر دیا۔ وہی خدا اَب بھی اسے لاکھوں سے کروڑوں کر دے گا۔ اور وہ خدا جس نے ایک روپیہ سے لاکھوں کر دیا وہی خدا اَب بھی کھوٹے سکّوں کو جو اخلاص کی کمی کی وجہ سے نہیں دیئے جاتے قیمتی کر دے گا۔

میں پہلے ربوہ کے رہنے والوں سے کہوں گا کہ وہ دعائیں کریں اور اپنے قلوب کو صاف کریں تا ان کی سُستیاں دور ہوں۔ اِس وقت ساری دنیا کی زندگی اور موت کا سوال ہے، اِس وقت تمہاری اپنی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اِس وقت تمہارے بیوی بچوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے، اِس وقت جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔ تم اپنے قلوب کو صاف کرو اور دعاؤں میں لگ جاؤ تا تمہاری سُستیاں دور ہو جائیں۔ جو وعدہ تم نے خود کیا ہے آخر اس کے متعلق تم خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ تحریک جدید کے کارکنوں کو دو ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں۔ آخر وہ کام کریں گے کیا۔ انہیں پہلے ہی تنخواہ کم دی جاتی ہے اور وہ بھی دو ماہ سے رُکی ہوئی ہے۔ مجھے ایک واقفِ زندگی کے متعلق دفتر کا خط آیا کہ اُس کی بیوی بیمار ہے اور ڈاکٹروں کی رائے میں اُسے فوراً ہسپتال میں داخل کرانا ضروری ہے۔

آپ اس کے لئے روپیہ منظور کریں۔ میں نے کہہ دیا تم نے خود آمد بڑھانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی اس لئے میں کیا کرسکتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔لیکن درحقیقت اس کی ذمہ داری جماعت پر ہے۔اگر کوئی کارکن فاقہ کی وجہ سے مرجاتا ہے تو جماعت کا ہر فرد اُس کا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ میں اتنا چندہ دوں گا۔لیکن سال کے گیارہ مہینے گزر گئے اوراس نے چندہ ادانہیں کیا۔ یہ چیز کسی نہ کسی روحانی بیماری پر دلالت کرتی ہے۔ تمہیں چھینک آتی ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہیں ڈکار آتا ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہیں پسینہ زیادہ آتا ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہیں قے آنے لگتی ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہارے ناک سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہارا جسم ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہارا جسم زیادہ گرم ہوجاتا ہے تو تم کہتے ہو میں بیمار ہوں، تمہارا پاخانہ بند ہوجاتا ہے تو تم سمجھتے ہو مجھے کوئی بیماری لگ گئی ہے، تمہیں پاخانہ زیادہ آتا ہے تو تم سمجھتے ہو مجھے کوئی بیماری لگ گئی ہے، لیکن جماعت کا چندہ نصف ہوگیا، اس کے مشن بند ہونے کو ہیں، لٹریچر کی اشاعت اور مبلغین کے سفر کے لئے روپیہ نہیں، مقامی دفتر بند ہورہے ہیں اور تم سمجھتے ہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کوئی بیماری نہیں۔ یقیناً یہ کوئی ایسی بیماری ہے جو جماعت کو اندر ہی اندر اس طرح کھا رہی ہے جس طرح کسی درخت کی جڑ کو کیڑا کھا جاتا ہے۔ کیونکہ تم ایسی حرکت کررہے ہو جو کوئی عقلِ سلیم رکھنے والا نہیں کرسکتا۔تمہارے سپرد ایک ہی کام ہے جو تم نہیں کررہے۔اس کا علاج اب یہی ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے پاس جاؤ اور اُس سے اپنے قلوب کی صفائی کے لئے دعا کرو تا تمہاری سُستیاں دور ہو جائیں اور تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگ جاؤ۔

ایک شخص ایک بزرگ کے پاس کچھ دیر تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس وطن جانے لگا تو اس بزرگ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے شہر میں شیطان بھی ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا شیطان تو ہر شہر میں ہوتا ہے۔اس بزرگ نے کہا تم نے کچھ پڑھ تو لیا ہے لیکن اگر تم کام کرنے لگے اور شیطان نے تمہاری ایڑی پکڑ لی تو تم کیا کروگے؟ اُس شخص نے جواب دیا میں استغفار اور لاحول پڑھوں گا اور شیطان بھاگ جائے گا۔اس بزرگ نے کہا فرض کرو تم کام کرنے لگے اور شیطان نے تمہاری ایڑی پکڑ لی تم نے استغفار اور لاحول پڑھا اور وہ بھاگ گیا۔لیکن اس کے بعد اگر پھر تم کوئی کام کرنے لگے اور شیطان نے پھر ایڑی پکڑ لی تو تم کیا کروگے؟ اس نے جواب دیا میں پھر استغفار اور لاحول پڑھوں

گا۔اس بزرگ نے پھر کہا ہاں وہ بھاگ جائے گا لیکن اس نے کام شروع کرتے ہی پھر تمہاری ایڑی پکڑ لی تو کیا کرو گے؟ وہ شاگرد حیران ہوا اور دریافت کیا پھر آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟ اس بزرگ نے کہا کہ اگر تم کسی دوست کو اُس کے گھر پر ملنے جاؤ اور اُس نے کُتّا رکھا ہو۔ وہ کُتّا تمہاری ٹانگ پکڑ لے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا میں اسے سوٹی ماروں گا اور وہ بھاگ جائے گا۔اس بزرگ نے کہا اچھا تم نے سوٹی ماری اور وہ کُتّا بھاگ گیا لیکن جونہی تم گھر کی طرف جانے لگے اور اس کُتّے نے پھر تمہاری ٹانگ پکڑ لی تو تم کیا کرو گے؟ اس شخص نے جواب دیا میں پھر اُسے سوٹی ماروں گا۔اس بزرگ نے پھر تیسری دفعہ یہی سوال کیا تو شاگرد نے کہا میں سمجھ گیا ہوں۔اگر پھر بھی کُتّا نہ ہٹے تو میں مالک مکان کو آواز دوں گا اور وہ اس کُتّے کو پرے ہٹائے گا۔اس بزرگ نے کہا شیطان بھی اللہ تعالیٰ کا کُتّا ہے جو تمہیں ہر نیک کام سے روکتا ہے، جونہی تم اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہو وہ تمہارا دل خراب کرتا ہے،تمہارے اندر وساوس پیدا کرتا ہے،تمہارے اندر بے ایمانی کے خیالات پیدا کرتا ہے اور قربانی نہ کرنے کے جذبات کو اُبھارتا ہے۔اگر تم اسے پرے نہیں ہٹا سکتے تو تم خدا تعالیٰ کو پکارو اور اسے کہو کہ وہ اسے پرے ہٹالے۔

پس یہی ایک علاج ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخل ہو سکتے ہو۔تم پہلے دعائیں کرو۔ پھر باہر کی جماعتوں کے لوگ دعائیں کریں۔اگر دعائیں کرنے والوں سے کوئی کمزوری سرزد ہوئی ہے تو دعا اسے دور کر دے گی۔اور اگر ان کے ہمسائیوں سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو دعاؤں کے نتیجہ میں وہ پھر اتنی حماقت نہیں کریں گے جو شاید گاندھی جی کی کوہ ہمالیہ والی غلطی سے بھی بڑی ہے۔تم اپنے اندر بیداری پیدا کرو اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو تا وہ تمہیں مومنوں والا اخلاص اور عمل بخشے اور تمام جماعت کو بھی مومنوں والا اخلاص اور عمل بخشے گا۔" (الفضل مورخہ 3 نومبر 1950ء)